بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اکتوبر کے آخر میں انجمن تاریخ و تمدن اسلامی، مسلم یونیورسٹی کی دعوت پر علی گڑھ جانیکا اتفاق ہوا تھا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر مناسب سمجھا گیا کہ چند اور مرکزی مقامات کا دورہ بھی کر لیا جائے تاکہ تحریک اسلامی کی دعوت براہ راست لوگوں تک پہنچائی جا سکے اور اگر کچھ غلط فہمیاں موجود ہیں تو بر سر موقع انکو صاف کرنیکی کوشش کی جائے۔ وقت میں زیادہ گنجائش نہ تھی، تاہم اس سفر کے سلسلہ میں دہلی، علی گڑھ، الٰہ آباد، سرائے میر، لکھنؤ اور بریلی کا دورہ کیا گیا۔ ہر جگہ ہر طبقۂ خیال کے لوگ کثرت سے ملے۔ کھلے دل سے تبادلۂ خیالات ہوا۔ جو کچھ مجھے عرض کرنا تھا وہ میں نے صاف صاف عرض کیا اور الحمد للہ کہ التفات کے ساتھ سنا گیا۔ جو کچھ لوگوں کے دلوں میں تھا وہ بھی انہوں نے بے تکلف بیان کیا، شکوک، شبہات، اعتراضات، شکایات، سب ہی چیزیں بلا کسی لاگ لپیٹ کے سامنے آگئیں اور حتی الامکان ان کو رفع کرنیکی کوشش کی گئی۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ دعوت کی اس تخم ریزی میں جتنے بیج پھینکے گئے ان میں سے کتنوں نے زمین میں جڑ پکڑی اور کتنے ہوا میں اڑ گئے۔ اور اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے کہ افہام و تفہیم کی جو سعی کی گئی اس سے کتنے لوگ مطمئن ہوئے اور کتنے غیر مطمئن رہ گئے لیکن اتنا ضرور ہے کہ جو وقت اس سفر میں صرف ہوا بیکار صرف نہیں ہوا۔ کوئی بڑا نتیجہ نہ نکلے نہ سہی، یہ سعی انشاء اللہ بے نتیجہ تو نہ ہوگی۔

انفرادی شبہات و اعتراضات جو دوران سفر میں زیر بحث آئے، ان کا ذکر تو چنداں ضروری نہیں

لیکن چند غلط فہمیاں جن سے قریب قریب ہر جگہ سابقہ پیش آیا، انکے متعلق اِن صفحات میں بھی کچھ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی بعض جماعتوں کو یہ شبہ ہے کہ "جماعت اسلامی" انکی کوئی حریف جماعت ہے، اور اُن سے برسر پیکار ہونا چاہتی ہے۔ اس شبہ کے جواب میں بالمشافہ بھی تصریح کی جا چکی ہے اور اب تحریری شکل میں بھی تصریح کی جاتی ہے کہ ہماری مخالفت کسی خاص جماعت سے نہیں بلکہ اُس نظام زندگی سے ہے جو خدا کی اطاعت کے سوا کسی دوسرے اقتدار کی اطاعت پر، اور خدائی قانون و ضابطہ کے سوا کسی دوسرے قانون و ضابطہ کی پابندی پر قائم ہے۔ ہم کسی گروہ سے نہیں بلکہ صرف اِس نظام سے برسر پیکار ہیں۔ اور ہمارا مقصد اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ انسانی تمدن و تہذیب کا پورا نظام بندگی باطل کی بنیادوں سے ہٹ کر بندگی حق کی بنیادوں پر تعمیر ہو۔ اس مقصد کے حصول کی کوشش میں تنقید و تخریب اور دعوت و تبلیغ کی جو زد آپ سے آپ اُن تمام اداروں اور گروہوں پر پڑتی ہے جنکا کوئی ربط و تعلق اس نظام سے ہے، وہ تو بہر حال ناگزیر ہے، نہ اس سے ہم کسی کو بچانے کی فکر کر سکتے ہیں نہ کسی کو ہم سے یہ توقع رکھنی چاہیے کہ ہم اس معاملہ میں اسکے ساتھ کوئی رعایت کرینگے۔ البتہ یہ بات کہ غلط بنیادوں پر کام کرنے والے اداروں اور گروہوں میں سے بعض کو چھوڑ کر بعض کو خاص طور پر ہم ہدف بنائیں، تو یہ ہمارے اصول کے خلاف ہے اور ایسا گمان جس کسی کو بھی ہو ہم اس سے درخواست کرینگے کہ وہ اسے دل سے نکال دے۔ ایک عالمگیر نظریہ اور نصب العین رکھنے والی جماعت کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی ایک خطۂ زمین یا کسی محدود آبادی میں چھوٹے چھوٹے مقامی اور ہنگامی مقاصد کے لیے کام کرنے والے گروہوں کو اپنا مدِ مقابل بنا کر انکے خلاف برسر پیکار ہو۔ ہندوستان کی مقامی پارٹیاں تو درکنار، ہم تو برٹش امپائر یا جرمن امپائر کو بھی اپنا خصوصی مدِ مقابل نہیں سمجھتے۔ ہمارا مدِ مقابل اگر کوئی ہے تو وہ دنیا کا پورا نظام حیات ہے جو انسانی ساخت کے قوانین پر چل رہا ہے۔

چونکہ جماعت ابھی نئی نئی بنی ہے اور اسکے تمام ارکان پوری طرح تحریک اسلامی کے مزاج میں نہیں

حاصل سکتے ہیں۔ اسلیئے کہیں کہیں مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے بعض رفقاء مقامی جماعتوں کے ساتھ بحث و مناظرہ میں الجھ گئے اور اسی سے یہ بدگمانیاں پیدا ہوئیں کہ یہ کوئی نئی جماعت پارٹی پالیٹکس کے میدان میں اتری ہے۔ میں نے اس روش کے خلاف زبانی ہدایات بھی دیدی ہیں اور اب تمام ارکان جماعت کو عام ہدایت کرتا ہوں کہ سابق مشاغل زندگی کے جو اثرات انکی ذھنیتوں اور انکی عادات میں ابھی تک باقی ہیں انکو نکال ڈالیں، اپنے بلند مقصد کے مطابق اپنی نظر کو وسیع کریں، اور اُن جھگڑوں میں لذت لینا چھوڑ دیں جو بالعموم نفسانیت کی آمیزش سے مزے دار بن جایا کرتے ہیں۔

ایک اور شبہ لوگوں کے دلوں میں یہ ہے کہ عام جماعتوں کی طرح ہماری دعوت بھی شاید اپنی جماعت کی طرف ہی ہے اور یہ کہ جو لوگ ہم سے الگ ہیں انکو ہم مطلقاً حق پر سمجھتے ہی نہیں۔ باوجودیکہ اس شبہ کی تردید قیام جماعت کی روداد میں پوری تفصیل کے ساتھ کردی گئی ہے مگر پھر بھی جگہ جگہ اس قسم کے سوالات کیئے گئے جن سے معلوم ہوا کہ ابھی تک ہماری پوزیشن لوگوں کی سمجھ میں اچھی طرح نہیں آئی ہے۔

دراصل ہماری دعوت اُس مخصوص نظام جماعت کی طرف نہیں ہے جو ہم نے قائم کیا ہے، بلکہ عقیدۂ توحید و رسالت اور اُس نصب العین کی طرف ہے جو اللہ کو اپنا بادشاہ اور رسول کو اپنے بادشاہ کا نمائندہ تسلیم کرنے کے ساتھ ہی لازماً ہر مسلمان کا نصب العین قرار پاتا ہے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ زمین پر خدا کے صالح بندوں کی کوئی ایسی جماعت مرتب ہو جو تمام دوسرے مقاصد اور مساعی اور مشاغل سے قطع نظر کر کے اسی عقیدہ کی طرف دنیا کو دعوت دینے اور اسی نصب العین کے حصول کی جدوجہد کرنے کے لیے کھڑی ہو جائے۔ اگر ایسی کوئی جماعت موجود ہوتی تو ہمیں جماعت سازی کا کوئی شوق نہ تھا کہ خواہ مخواہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چُنتے۔ ہمیں اپنے آپکو اُس جماعت کے ساتھ وابستہ کردینے میں ہرگز تامل نہ ہوتا۔ مگر جب ایسی کوئی جماعت ہمیں نظر نہ آئی جس نے حاکمیت غیر اللہ کے علمی و عملی ابطال کو اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی جدوجہد کو اپنا مقصد وحید

بنایا ہو تو ہم نے مجبوراً خود ایک جماعت بنانے کا اقدام کیا۔ اب جو لوگ اس عقیدہ اور نصب العین میں ہم سے متفق ہیں انکے لیے دو راستے کھلے ہوئے ہیں: اگر وہ ہمارے نظام جماعت کو صحیح سمجھتے ہیں اور ہم پر بھی اطمینان رکھتے ہیں تو ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اور اگر ہمارے نظام سے یا ہماری شخصیتوں سے وہ مطمئن نہیں ہیں تو خود اس کارِ خیر کے لیے کوئی جماعت بنائیں اور اپنی صوابدید کے مطابق جدوجہد کریں۔ دونوں صورتیں یکساں صحیح اور برحق ہونگی۔ ایسی دس جماعتیں بھی اگر بن جائیں جنکا عقیدہ اور نصب العین یہی ہو اور نظام مختلف ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہمیں ان سے رقابت نہ ہوگی بلکہ مسرت ہوگی کہ الحمد للہ اس راستہ پر چلنے کے لیے اور قافلے بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ چاہے ابتداً ہم الگ الگ ہی چلیں، مگر مسلک و مقصد کی وحدت انشاء اللہ سب کو ایک کر دیگی۔ اور کم از کم اپنی حد تک تو ہم یہ یقین دلانے کے لیے تیار ہیں کہ اس امرِ حق کی خدمت کے لیے کوئی دوسری جماعت وجود میں آئے تو اسکے ساتھ ہم بخوشی تعاون کرینگے اور اگر اسکے نظام اور کارفرما اشخاص کو ہم نے صالح تر پایا تو ہمیں اپنے جداگانہ وجود کو ختم کرکے انکے اندر جذب ہو جانے میں بھی ذرہ برابر تامل نہ ہوگا۔

بعض لوگ میرے فقہی و کلامی مسلک اور اُس خاص طریقہ کو جو مسائل دینی کی تحقیق و تشریح میں میں نے اختیار کیا ہے بعینہٖ جماعت اسلامی کا مسلک اور طریقہ سمجھتے ہیں اور انکا گمان یہ ہے کہ یہ جماعت اسی مسلک اور طریقہ پر قائم ہوئی ہے۔ اسی غلط فہمی کی بنا پر جماعت کی اصل تحریک پر گفتگو کرتے کرتے اکثر میری ذاتی آراء کی بحث درمیان میں چھیڑ دی جاتی ہے، گویا کہ میری تمام آراء جماعت کی آراء ہیں اور کسی شخص کے فقہی و کلامی جزئیات میں مجھ سے اختلاف رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ اسکا اختلاف جماعت سے ہے۔

اس غلط فہمی کو بھی قیام جماعت کی روداد میں پوری وضاحت کے ساتھ رفع کر دیا گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگوں کے لیے اعتدال کے اس طریقہ کو سمجھنا مشکل ہو رہا ہے جو ہم نے اس باب میں اختیار کیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کتاب و سنت میں غور و تدبر کرنے والے تمام لوگ تمام مسائل میں بالکل ایک ہی نتیجہ پر تو نہیں پہنچ سکتے۔ دین کی بنیاد جن اساسی

امور پر ہے اتفاق صرف انہی میں ممکن ہے۔ باقی رہے جزئیات و تفصیلات، تو دین کے حدود میں رہتے ہوئے مختلف اہلِ علم اُن میں مختلف نتائج پر پہنچ سکتے ہیں اور سلف سے خلف تک ان میں اختلاف ہوتا ہی رہا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص بھی مسائل دینی پر کلام کریگا، یا دنیا کے معاملات پر تعلیماتِ دینی کی روشنی میں اظہارِ خیال کریگا وہ بہرحال اپنی ہی صوابدید کی بنا پر کریگا اور اپنی ہی زبان اور اپنے ہی طرزِ بیان میں کریگا۔ اس صوابدید اور زبان و طرزِ بیان میں بھی زیادہ سے زیادہ اتنا اتفاق ممکن ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کی بیشتر چیزیں پسند آجائیں، مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی شخص کے تمام خیالات اور ہر لفظ اور ہر اسلوبِ بیان سے تمام لوگوں کو اتفاق ہو۔ اب اگر دین کی خدمت کے لیے اہلِ ایمان کی کوئی جماعت بن سکتی ہے تو اسی طرح بن سکتی ہے کہ اساساتِ دین، جو تمام اہلِ حق کے درمیان متفق علیہ ہیں انہی کو جماعت کی اساس بنایا جائے اور اُس نصب العین کے لیے کام کرنے پر سب مجتمع ہو جائیں جو اللہ اور اسکے رسول نے ہمکو دیا ہے۔ باقی رہے جزئیات تو ان کے سوا چارہ نہیں، اور یہی حق بھی ہے کہ حدودِ دین کے اندر جتنے مختلف مسلک ممکن ہیں اُن سب کے لیے جماعت میں گنجائش رکھی جائے، نہ ایک کا قول دوسرے پر حجت ہو، اور نہ ایک کی آزادی کو دوسرا سلب کرے۔

انہی وسیع اصولوں پر ہماری جماعت قائم ہوئی ہے۔ ہمارا اجتماع صرف عقیدہ اور نصب العین پر ہے، اور جو شخص بھی کسی وقت جماعت کا امیر ہو اسکی اطاعت صرف انہی امور میں ہے جو دستور کے مطابق نظامِ جماعت سے یا نصب العین کے لیے جد و جہد سے متعلق ہوں۔ ان کے ماسوا دوسرے امور میں امیرِ جماعت کاحدٍ من الناس ہے، وہ بھی ایک رائے رکھتا ہے اور دوسرے ارکان جماعت کو بھی رائے رکھنے کا حق ہے۔

ایک دوست نے میرے مضمون ”حقوق الزوجین“ کے اس فقرے کی طرف توجہ دلائی ہے:

”اب اگر کوئی شخص چار مہینے کے بعد اسکو رجوع کا حق دیتا ہے تو گویا وہ اس کی مہلت میں اضافہ کرتا ہے جو کتاب اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے صریح تجاوز ہے۔“ (صفحہ ۲۸۲ - سطر ۶)

فی الواقع خط کشیدہ الفاظ لکھنے میں مجھ سے چوک ہوئی۔ جس قول سے اختلاف کرتے ہوئے میں نے یہ الفاظ لکھے ہیں وہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، اور حضرت علیؓ و ابنِ عمرؓ سے بھی ایک قول اسی معنی میں منقول ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں